از جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمان صاحب

قانون شہادت ایکٹ مجریہ ۱۸۷۲ء کے بارے میں چند معروضات

اسلام کا شرعی قانون تقریباً تیرہ سو سال تک نسلاً بعد نسلاً کروڑوں اہل ایمان کی زندگیوں پر نافذ رہا ہے۔ اور یہ چودھویں صدی ہجری (بیسویں صدی عیسوی) کی بات ہے۔ کہ مسلمانان عالم مغرب کی سامراجی طاقتوں سے مغلوب ہو کر ندگی کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر بدلا۔ نقطۂ نظر کی یہ تبدیلی مسلمانوں کے قانونی تصورات میں تبدیلی کا سبب بنا یہاں تک کہ زیر استعمار تقریباً تمام ممالک (مسلمان) میں الہامی قانون کی جگہ لادینی قانون نے لے لی۔ اور بالآخر معاشرے کا پورا سماجی اور اخلاقی ڈھانچہ اس تبدیلی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

برصغیر پاکستان وہند کی آزادی کے بعد بجا طور پر یہ توقع کی جاتی تھی کہ پاکستان کی نوزائیدہ اسلامی ریاست یہ طرز عمل بدل جائے گا۔ لیکن اس کے برعکس ہوا یہ کہ ہمارا نقطۂ نظر پہلے سے بھی زیادہ مغربی اور مادی ہو گیا۔

گو مسلمانان پاکستان کے عمومی دباؤ کے سبب یہاں کی لادینیت پسند قوتیں اس ریاست کی اسلامی خصوصیات لعدم کرنے میں ناکام رہیں۔ لیکن ۱۹۷۷ء سے پہلے کسی حکومت کے لئے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ وہ پاکستانی معاشرے کو لامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے ضروری اقدامات بروئے کار لائے۔ موجودہ حکومت نے اپنی اس اہم ذمہ داری سے ہ برآ ہونے کے لئے پیش قدمی کی۔ اور چونکہ اسلامی نقطۂ نظر سے قانون اور مذہب میں گہرا ربط پایا جاتا ہے اس لئے نانی قوانین کو اسلامی احکام وقواعد کے مطابق مرتب ومدون کرنے کے لئے بھی اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔

آئین پاکستان ۱۹۶۲ء کے آرٹیکل ۲۰۴ (۱) (الف) اور ۱۹۷۳ء کے موجودہ آئین کے آرٹیکل ۲۳۰ (۱) کے تحت امی نظریاتی کونسل کو یہ فریضہ سونپا گیا ہے کہ وہ تمام موجودہ قوانین کا جائزہ اس نقطۂ نظر سے لے کہ انہیں کس طرح مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کردہ اسلامی احکام کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔ کونسل اپنی اس آئینی داری کو پورا کرتے ہوئے ان تمام قوانین کا جائزہ لے رہی ہے جو اس وقت ملک میں نافذ العمل ہیں۔ کونسل کے مدون قوانین حدود حکومت نے بعض تبدیلیوں کے ساتھ ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو نافذ کر دیے اور اس کے ساتھ ہی مجموعہ

تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء کی متعلقہ غیر اسلامی دفعات بھی منسوخ کردیں۔

اسی طرح کونسل نے قانون قصاص و دیت کا مسودہ تیار کرکے اس سفارش کے ساتھ حکومت کی [illegible]

کردیا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان مجریہ ۱۸۶۰ء کی بعض دیگر متعلقہ دفعات منسوخ کردی جائیں۔ کونسل نے حق شفعہ [illegible]

متعلق بھی ایک نیا مسودہ قانون تیار کرکے حکومت کو بھیج دیا ہے۔ جس میں سفارش کی گئی ہے کہ پنجاب کا موجود [illegible]

قانون حق شفعہ مجریہ ۱۹۱۲ء اور صوبہ سرحد کا قانون حق شفعہ مجریہ ۱۹۵۰ء منسوخ کردیا جائے۔

کونسل کا تیار کردہ احترام رمضان کا قانون منظور کرکے ۲۵ جون ۱۹۸۱ء کو نافذ کیا۔ کونسل ان کے علاوہ اور بھی

بہت سے قوانین کا جائزہ لے کر ان کے متعلق ضروری سفارشات حکومت کو پیش کرچکی ہے۔

۵۔ کونسل نے ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کا بھی جائزہ لیا۔ اور فیصلہ کیا کہ قرآن و سنّت میں بیان کردہ اسلامی

احکام کے مطابق ایک نیا قانون شہادت مدون کیا جائے۔ جس پر قدیم مسلمان علماء اور فقہاء نے بڑی محنت اور کد و کاو[illegible]

کی ہے۔ اور جسے پوری امت مسلمہ نہایت قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

۶۔ تاہم اس معاملے میں ماہرین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ ۱۸۷۲ء کے موجود[illegible]

شہادت ایکٹ میں ضروری ترامیم سے وہ مقصد پورا ہوجائے گا۔ جو ہمارے سامنے ہے دراں حالیکہ اس کا اطلاق قوا[illegible]

حدود پر نہ کیا جائے۔ جب کہ دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ زیر عمل شہادت ایکٹ میں ترمیمات سے کوئی مفید مقصد پورا

نہ ہوگا۔ اسلامی نظریاتی کونسل دوسرے نقطۂ نظر کی حامی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ مناسب ہوگا کہ شہادت کا ایک جامع

اسلامی قانون مدون کیا جائے جس کا اطلاق تمام عدالتی کارروائیوں پر ہو۔ خواہ وہ دیوانی ہوں یا فوجداری اور خواہ ان کی

سزا کوئی حد ہو یا قصاص یا تعزیر۔ یہ طریق کار جدید قانون سازی کے اصولوں سے بھی ہم آہنگ ہوگا۔

جیسے بارٹلے کہتا ہے:۔

"جب کسی قانون میں بہت سی ترامیم کی تجویز پیش کی جائے تو ہمیشہ یہ سوچنا مناسب حال ہوتا ہے

کہ آیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اصل قانون کو منسوخ کرکے مجوزہ ترامیم کے مطابق نیا قانون وضع کیا جائے

اس طریق کار سے ایک تو قانون کتاب کی ضخامت کم رہتی ہے اور دوسرے قانون ان لوگوں کے

لئے آسان ہوجاتا ہے جو قانون نافذ کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں دو کے بجائے صرف ایک دستاویز کی طرف

رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس کا ایک مزید فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پورا قانون ایک وقت میں ایک ہی تاثر

دیتا ہے۔"

(قانون تعبیرات عمومی ص ۱۴۵)

۷۔ یہاں اس حقیقت کا اظہار غالباً مناسب خیال نہ کیا جائے گا کہ ۱۸۷۲ء کے قانون شہادت کی دفعات

انگریزی قانون شہادت سے اخذ کی گئی ہیں۔ اس قانون کی اکثر دفعات شہادت کے امر واقعہ سے متعلق ہونے یا نہ ہونے

سے بحث کرتی ہیں۔ لیکن اس میں قرآن وسنّت پر مبنی قانون شہادت کے بہت سے اہم پہلوؤں کا کوئی ذکر نہیں ہے جو فقہ کی کسی بھی معیاری کتاب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

مسٹر ایچ اے آر گب کے بقول :-

"مسلم علماء اور فقہاء نے قانون کا ایک ایسا ڈھانچہ تشکیل دیا ہے جو منطقی تکمیل کے نقطہ نظر سے انسانی استدلال کی ممتاز ترین کوشش ہے۔" (محمڈن ازم ۱۹۵۹ء ص ۹۰)

۸۔ یہ بات بآسانی معلوم کی جا سکتی ہے کہ انگریزی قانون عامہ پر مبنی موجودہ قانون شہادت اور قرآن مجید و سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی اسلامی قانون شہادت کے تصورات میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر

الف۔ انگریزی قانون عامہ کے مطابق ہر شخص خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، عادل ہو یا غیر عادل، گواہی دینے کی اہلیت رکھتا ہے جب کہ اسلامی قانون کی رو سے اس کی صداقت و دیانت کے متعلق بعض مخصوص شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ خواہ وہ کسی ایسے مقدمے میں شہادت دے جو مستوجب سزائے حد ہو یا اس کی سزا قصاص یا تعزیر ہو سکتی ہو، یا وہ کسی دیوانی مقدمے میں گواہ ہو جو مالی معاملات سے تعلق رکھتا ہو یا اس کے سوا کوئی اور غیر مالی معاملہ ہو ملاحظہ ہو :-

قرآن مجید کی آیت "واشهدوا ذوی عدل منکم"

ترجمہ :- اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ ٹھہرا لو۔ (الطلاق - ۲)

ب۔ انگریزی قانون عامہ کے مطابق مقدمات کی کسی خاص قسم کے لئے گواہوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کی جب کہ اسلامی قانونِ شہادت کی رُو سے قریباً تمام اقسام کے مقدمات میں گواہوں کی کم از کم تعداد مقرر ہے خواہ وہ مقدمات فوجداری ہوں یا دیوانی۔ حوالے کے لئے ملاحظہ فرمائیے قرآن مجید کی آیات ذیل پر

الف۔ والتی یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم

ترجمہ۔ اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر چار آدمی اپنے میں سے گواہ کر لو۔ (النساء ۱۵)

ب۔ یایها الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین .... واستشهدوا شهیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احدهما فتذکر احدهما الاخرٰی

ترجمہ۔ اے ایمان والو! جب ادھار کا معاملہ کرنے لگو....... تو اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ کر لیا کرو۔ پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو تا کہ ان دو عورتوں میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔ اگر کوئی ایک ان دو میں سے بھول جائے۔ (البقرہ ۲۸۲)

ج انگریزی قانون عامہ کی رو سے مقدمات کی کسی نوع میں بھی گواہوں کے درمیان اس پہلو سے کوئی امتیاز نہیں

کہا جاتا کہ وہ مرد ہیں یا عورت۔ لیکن اسلامی قانون بعض خاص قسم کے مقدمات میں جنس کے امتیاز کو تسلیم کرتا ہے جیسے حدود اور قصاص کے مقدمات۔ ملاحظہ ہو درج ذیل آیت اور حدیث۔

الف۔ فاستشهدوا علیهن اربعة منکم

ترجمہ۔ ان (عورتوں) پر اپنے میں سے چار آدمی گواہ کر لو۔" (النساء ۱۵)

اس آیت میں منکم سے مردوں ہی کو مخاطب کیا گیا ہے۔

ب۔ مضت السنة من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہ ان لا شهادة للنساء فی الحدود والقصاص۔

ترجمہ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد دو خلفاء کے زمانے سے یہ سنت چلی آرہی ہے کہ حدود اور قصاص کے مقدمات میں عورتوں کی گواہی نہیں۔ (اسے ابن شیبہ نے اپنی کتاب "مصنف" میں روایت کیا ہے۔

د۔ جہاں تک گواہ کے عادل ہونے کا تعلق ہے۔ اسلامی قانون کی رو سے بعض مقدمات میں اس کا ماضی اور گذشتہ طرز عمل بھی برمحل ہے۔ جیسا کہ وہ شخص جس پر حد قذف جاری ہو چکی ہو گواہ بننے کی اہلیت نہیں رکھتا جب کہ انگریزی قانون عامہ کی رو سے گواہ پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا

ترجمہ۔ اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو انہیں اسی (۸۰) درّے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی قبول نہ کرو۔ (النور۔ ۴)

ہ۔ ایک سنہرا اصول جو حدیث " البینة علی المدعی والیمین علی من انکر" میں پیش کیا گیا ہے یہ ہے کہ بار ثبوت مدعی پر ہے۔ اور قسم انکار کرنے والے پر۔ اس اصول کا اطلاق حدود کے علاوہ فوجداری اور دیوانی دونوں قسم کے مقدمات پر ہوتا ہے۔ لیکن شہادت ایکٹ مجریہ ۱۸۷۲ء اس اصول سے بالکل عاری ہے۔

و۔ اسلامی قانون میں بعض مخصوص قواعد و ضوابط ایسے ہیں جن کے مطابق مقدمے کی سماعت کے دوران میں، اس کے بعد فیصلے سے پہلے یا فیصلے کے بعد گواہ کے اپنی شہادت سے رجوع کرنے کی صورت میں گواہ اور فریقین مقدمہ کے معاملات پر بعض اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لیکن موجودہ شہادت ایکٹ میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

ز۔ اسلامی قانون میں اقبال واعتراف جسے اقرار کہا جاتا ہے کے طے شدہ ضوابط موجود ہیں۔ اقرار بذات خود زیر تصفیہ واقعہ کے بارے میں قطعی ثبوت (حجت قاطعہ) ہوتا ہے۔ لیکن شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کی رو سے

یہ ایک امر مانع تقریر مخالف ESTOPPLE ہے۔

ح - اسلام کے قانون شہادت میں "تمزکیۃ الشہود" کے متعلق بھی دفعات پائی جاتی ہیں۔ جب کہ موجودہ قانون شہادت اس سے خالی ہے۔ ہماری عدالتیں ان اصولوں کو عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق مناسب تبدیلیوں کے بعد اپنا سکتی ہیں۔ اور قانون شہادت میں ان سے متعلق ضروری دفعات شامل کی جا سکتی ہیں۔ حوالے کے لئے ملاحظہ ہو (المبسوط مصنف امام سرخسی جلد ۱۶ صفحات ۸۸-۹۳)

ط - بعض حلقوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے غالباً عدم واقفیت ہی ہو سکتی ہے۔ کہ اسلامی قانون قرائنی شہادت، دستاویزی شہادت اور طبی شہادت کو تسلیم نہیں کرتا۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی قانون شہادت میں اس مقصد کے لئے بہت سے اصول موجود ہیں (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو امام سرخسی کی کتاب "المبسوط" جلد ۱۶ صفحات ۱۵۴، ۱۵۵)

ی - اسلامی قانون کے مطابق اگر کسی گواہ سے عدالت یا کوئی فریق مقدمہ یہ مطالبہ کرے کہ وہ عدالت میں آکر گواہی دے تو اسے یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ گواہی نہ دے۔

الف - "ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ"

ترجمہ - اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپائے گا اس کا قلب گنہگار ہو گا (البقرہ ۲۸۳)

ب - "ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا"

ترجمہ - اور گواہ جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں (البقرہ ۲۸۲)

ج - "ولا تکن للخائنین خصیما"

ترجمہ - اور خائنوں کے طرفدار نہ ہو جائے (النسا - ۱۰۵)

د - "کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ"

ترجمہ - انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو۔ (النساء ۱۳۵)

تاہم ایک حدیث کی رو سے گواہ کو مقدمات حدود میں یہ اختیار حاصل ہے کہ جب تک عدالت یا کوئی فریق مقدمہ اسے گواہی کے لئے طلب نہ کرے وہ چاہے تو گواہی دے چاہے نہ دے تاکہ مسلمان کے عیب پر پردہ پڑا رہے۔

ک - ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ میں کوئی ایسی مؤثر رکاوٹ موجود نہیں جو گواہ کو جھوٹی گواہی دینے سے روک سکے جب کہ اسلامی قانون جھوٹی گواہی دینے والے کے ساتھ سختی سے نمٹتا ہے۔ اسلامی نظام کے مطابق جس عدالت کے روبرو جھوٹی گواہی دی گئی ہو خود اسے یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ جھوٹی گواہی دینے والے کو سزا دے سکے۔ جب کہ موجودہ نظام کے تحت وہ عدالت مجسٹریٹ کی عدالت میں صرف استغاثہ داخل کر سکتی ہے۔

۹- اسلام کا قانون شہادت تیرہ سو سال سے وقت کے تقاضوں پر پورا اترتا رہا ہے اور یہ مہذب دنیا کے اکثر
حصوں پر مسلمانوں کی حکمرانی کے پورے دور میں نافذ العمل رہا ہے۔
ایک مغربی مستشرق کے الفاظ ہیں۔

"تیرہ سو سال گزرنے کے بعد آج بھی شریعت اسلام کے مقدس قانون نے نسلاً بعد نسلاً
کروڑوں مسلمانوں کی زندگیوں پر حکمرانی کی ہے۔ اور یہ عظیم نظام قانون ابھی تک مشرق و مغرب کے
محققین اور فقہا کے محتاط مطالعے کا موضوع ہے"
(اینڈرسن کی کتاب" اسلامک لا اینڈ دی ماڈرن ورلڈ) پر ڈاکٹر سبا ہیاچی کا تعارف ص ۹)
یہ قانون اب بھی سعودی عرب، اردن، عراق، متحدہ عرب امارات اور اسلامی دنیا کے متعدد حصوں میں نافذ العمل ہے

۱۰- یہ صرف بیسویں صدی عیسوی کی بات ہے کہ مختلف اسلامی ممالک پر نوآبادیاتی طاقتوں نے اپنے دورِ حکمرانی میں
اسلام کے قانون شہادت کو بدل کر وہاں اپنا قانون شہادت نافذ کیا جس کی بنیاد تصور انصاف
(Justice equity and good conscience) نصفت اور حسن نیت پر رکھی گئی ہے۔ برصغیر پاک و ہند
میں یہ قانون ہمارے پرانے برطانوی آقاؤں کی چھوڑی ہوئی میراث ہے۔

۱۱- آخر میں مناسب ہوگا کہ مرحوم جسٹس حمود الرحمٰن سابق چیف جسٹس آف پاکستان و سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل
کا اقتباس پیش کیا جائے۔ جو انہوں نے بیرون ملک ایک کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ موجودہ قانونی نظام کو اسلامی شریعت سے
ہم آہنگ کرنے کے لئے ضروری تبدیلیوں کی وکالت کرتے ہوئے مرحوم نے ارشاد فرمایا:-

" بنیادی تبدیلی جو بروئے کار آنی چاہیئے یہ ہے کہ کوئی ایسا طریقہ تلاش کیا جائے جس کے ذریعے
جھوٹی گواہی پیش کرنے کی لعنت کو ختم کیا جا سکے۔ جھوٹی قسم کھانے والے کو سزا دینے کا موجودہ طریق کار
اتنا بوجھل اور دیر طلب ہے کہ عدالتیں عموماً اسے اختیار کرنے سے گریز کرتی ہیں۔ چنانچہ میری تجویز ہے
کہ اس صورت حال کو ختم کرنے کے لئے اسلامی اصول اپنایا جائے۔ اور جو شخص جھوٹی گواہی دے، اس
کے متعلق اعلان کر دیا جائے کہ وہ آئندہ کسی مقدمے میں گواہی نہ دے سکے۔ اور ایسے گواہ کا باقاعدہ ایک
رجسٹر رکھا جائے اور جس عدالت کے روبرو جھوٹی گواہی دی جائے اسے بھی یہ اختیار ہونا چاہیئے کہ وہ جھوٹی
گواہی یا قسم کھانے والے کو سزا دے سکے نہ یہ کہ اسے صرف "جیسا کہ موجودہ قانون میں کہا گیا ہے"
شکایت داخل کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ اگر یہ طریق کار اپنا لیا گیا تو ہمیں پیشہ ور گواہوں کے گروہ سے
نجات مل جائے گی۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ گواہ سے حلف قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر لیا جائے نہ کہ موجودہ
معمول کی طرح محض اقرار صالح کی صورت میں۔ نیز دیوانی مقدمات میں مدعا علیہ اور فوجداری مقدموں میں

ملزموں سے بھی حلف لینا چاہئے ۔ مزکّی کا عہدہ از سرِ نو قائم کیا جائے تاکہ جن لوگوں کو عدالت میں گواہی کے لئے طلب کیا جائے ان کا ریکارڈ رکھا جا سکے ۔ اور ان کے کردار اور شہرت کے بارے میں مقامی طور پر تحقیقات ہو سکے ۔ اس صورت میں ججوں کے لئے یہ ممکن ہو گا کہ وہ گواہوں کی دی ہوئی شہادت کی صحیح قدر و قیمت متعین کر سکیں ۔ نیز مجرموں پر جرح کرنے کی اجازت ہونی چاہئے ۔ یہ طریقہ ایسا ہے کہ برطانیہ میں بھی اس پر عمل ہو رہا ہے ۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہو گا کہ قانون شہادت کو اسلامی قانون شہادت سے ہم آہنگ کیا جائے ۔ اگر ہمارے موجودہ عدالتی نظام میں یہ تبدیلیاں بروئے کار آجائیں اور ہمارے جج صاحبان اسلامی فقہ اور اصول فقہ یعنی اسلامی اصول قانون سے ضروری واقفیت بہم پہنچالیں تو ہمارا موجودہ عدالتی نظام اسلامی شریعت کو اطمینان بخش طریقے پر نافذ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا ۔
(حوالے کے لئے دیکھئے سید شریف الدین پیرزادہ اٹارنی جنرل پاکستان کا خطاب جو انہوں نے جسٹس حمود الرحمٰن کی وفات حسرت آیات کے موقع پر سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل کورٹ ریفرنس منعقدہ کراچی ۱۰ رجنوری ۱۹۸۲ء سے کیا)

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ۳ راپریل ۱۹۸۲ء کو مجلس شوریٰ کے سامنے قانون شہادت کے بارے میں فرمایا کہ " موجودہ قانون شہادت کو اسلامی قوانین کے مطابق بنانے کی ضرورت ہے ۔ انہوں نے کہا کہ اس ضمن میں دو آراء سامنے آئی ہیں ۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ موجودہ قانون شہادت اینگلو سیکشن قوانین پر مبنی ہے ۔ ترامیم کے ذریعے اس کو اسلامی نہیں بنایا جا سکتا ۔ اس کو مکمل طور پر ختم کر کے اسلامی قانون شہادت نافذ کیا جائے ۔ مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں سے اسلام کے منافی نکات کو نکال دیا جائے ۔
(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی مورخہ ۴/ اپریل ۱۹۸۲ء صفحہ ۹ ۔ کالم ۳) لہذا ماہرین قانون اور شریعت کو چاہئے کہ وہ اس موضوع پر غور و فکر کریں اور اظہار رائے فرمائیں ۔